مذہب حنبلی کا تعارف اوراصول استنباط

(Introduction to *Ḥanbali* School of *Fiqh* and its Rules of Deduction)

☆ سلیم الرحمن
☆ نثار محمد

Abstract

The various schools in Islamic Jurisprudence *"madhāhib"* merely extends the domain of the original texts of Islamic law, through *ijtihād* "efforts made in the light of Qur'ān and *Sunnah*". A *mujtahid* proceeds to the depth of the texts and finds the real meaning & understanding which is there in its letter and spirit. The *Fiqh* rules of conduct & especially of the four established schools of Law of *Ahl al-Sunnah wal jamā'ah* closely correspond to this principle since the time of the Prophet (S.A.W) and his companions, rather, making it more noticeable. The pioneers of these Schools never derived a command in contrast to this basic principle. The given article provides an introduction to *Ḥanbali* School of *fiqh*, one of these four schools, and discusses its *uṣūl al-'istinbāṭ* "principles of deduction" and its characterestics. It further elaborates that this school is not merely the outcome of the brain storming of Imām Aḥmad b. Ḥanbal, rather, his specific style of understanding the Qur'ān and *Sunnah*, and a unique procedure of strive & efforts by him regarding deducting commands from the basic sources of Islam.

بعثت نبوی سے قبل تمام انسان اوربالخصوص اہل عرب صحیح الہامی نظا م فکر اور صالح نظام عمل سے محروم تھے۔ اور اپنی تاریخ کے حوالے سے جاہلیت کے دورسے گزر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی تیئیس سالہ نبوی زندگی میں انھیں صحیح الہامی نظامی فکر کی بنیاد پر صالح نظام عمل دیا۔ مکی دور میں بالعموم الہامی نظام فکر اور مدنی دور میں صالح نظام عمل توجہات کا مرکز رہا اور قضاء و افتاء کی جملہ ذمہ داریاں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نبھائیں۔ اس دور میں اگر چہ قرآن و سنت احکام کے بنیادی اور اساسی مصادر تھے۔ لیکن پھر بھی آپ انے بعض

* پی ایچ-ڈی سکالر (اسلامیات)، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اینڈ اریبک سٹڈیز، پشاور یونیورسٹی / لیکچرار شعبہ تھیالوجی اسلامیہ کالج پشاور
* صدر شعبہ اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج پشاور

مواقع پر نہ صرف خود اجتہاد کیا بلکہ صحابہؓ کو اس کی اجازت بھی دی اور نتیجۃً خلفائے راشدین کے دور میں اجماع اور اجتہاد بالرائے بطور مصدر فقہ معروف ہوئے۔

خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کے دور میں مختلف دینی اور ریاستی ضروریات کے پیش نظر صحابہ کرامؓ اسلامی ریاست کے مختلف شہروں میں معلمین، قارئین ، قضاۃ ، اہل فتویٰ اور گورنروں کی حیثیت سے آباد ہوئے۔ ان علاقوں کے احوال و عادات کے تناظر میں پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے انہوں نے اجتہاد کی طرح ڈالی جن میں مختلف عوامل وعوارض کی وجہ سے اختلاف بھی ہوتا۔ تاہم اختلافات کے باوجود ہر علاقے میں ان کے فتاویٰ اور اجتہادی فیصلوں پر عمل درآمد ہوتا۔ ان حضرات کے تلامذہ نے ان کے اقوال و اجتہادات کا خاطر خواہ حصہ آنے والوں کو منتقل کیا اور اس ضمن میں ان کے طرز اجتہاد کو آگے بڑھایا۔ جس کے نتیجے میں مختلف اجتہادی اصول نمایاں ہوئے اور متعدد اجتہادی مناہج پروان چڑھے ، اور انہیں اصولوں اور مناہج نے مجتہدین کے اجتہادی مساعی کے نتیجے میں بعد میں جا کر فقہی مذاہب کی شکل اختیار کی۔

دوسری صدی ہجری میں صحابہؓ اور تابعینؒ کی وساطت سے ملے ہوئے فقہ اسلامی کے منتشر ذخیرہ کی ترتیب و تدوین کی ابتداء ہوئی۔ اس مبارک دینی کام کا باقاعدہ آغاز امام ابوحنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ) نے کیا۔ ان کے فوراً بعد امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ) نے بھی قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی احکام کو مرتب کیا۔ ان دونوں ائمہ کے کچھ عرصہ بعد امام شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) او ربعض دوسرے فقہاء نے بھی انہیں خطوط پر کام کیا لیکن مشیئت ربانی سے اہل سنت میں چار اماموں (ابو حنیفہ ، مالک ، شافعی ، احمد) کی فقہ رائج ہوئی اور ان کے مستقل مکاتب فکراور مذاہب فقہ قائم ہوئے جو کہ ان کے ناموں کے ساتھ موسوم ہوئے۔ تاہم یہ مسالک اور مکاتب فکر دین کی متوازی کوئی نئی شریعتیں نہیں بلکہ فہم شریعت کے مختلف مناہج ، نصوص شریعت کی تفسیر کے مختلف اسالیب اور مصادر شریعت سے استنباط احکام کے مختلف اجتہادی طرق ہیں۔ ان مذاہب کے ذریعے سے نصوص کی تحدید یا مجتہدین کی نری آراء یا خواہشات کی توسیع نہیں ہوتی بلکہ نصوص اور شارع کی تعلیمات کا دائرہ قرآن وسنت کی روشنی میں اجتہادی عمل کے ذریعے وسیع کیا جاتاہے اور ان صورتوں کو بھی آیات اور روایات کے ذیل میں لایا جاتا ہے جن کا کتاب وسنت کے نصوص میں صراحۃً تذکرہ نہیں ہوتا۔ ذیل میں ان چار فقہی مذاہب میں مذہب حنبلی کاتعارف اورطرق استنباط پیش نظرہے جن کے بنیادوں پر حنبلی فقہ کا عظیم ذخیرہ مرتب ہوا۔

امام احمد بن حنبلؒ کے حالات زندگی

اہل سنت کے فقہی مذاہب میں چوتھا مذہب ، حنبلی مذہب ہے اس کے بانی امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل(متوفی ۲۴۰ھ) ہیں۔ آ پ کا اصل نام احمد بن محمد بن حنبل بن حلال بن أسد الذہلی الشیبانی المروزی البغدادی ہے۔خالص عرب قبیلے بنو شیبان کے چشم و چراغ ہے[1] " نزار بن معد " میں آپ کا سلسلہ نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔[2]

امام صاحب کے والد فوج کے ایک سپاہی تھے۔ تیس سال کی عمر میں حالت جوانی میں انتقال ہوا[3] امام احمد بن حنبل کی جائے ولادت کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے متعدد اقوال نقل کیے بعض کا خیال ہے کہ آپ کے والد بغداد اس وقت تشریف لائے ، جب آپ بطن مادر میں تھے اوربغداد میں ۱۶۴ ھ میں پیدا ہوئے۔جبکہ بعض کے نزدیک، آپ کے والد ماجد جب مروسے چلے تھے اس وقت آپ پیدا ہوئے۔ پھر بغداد میں پرورش پائی، جائے پیدائش جو بھی ہو بہر حال یہ امر ثابت شدہ ہے کہ آپ دو ہی سال کے تھے کہ والد انتقال کر گئے اور آپ کی پوری نگہداشت آپ کی والدہ نے کی۔[4] آپ کی ابتدائی پرورش اور تعلیم بغداد میں ہوئی جو اس وقت علوم وفنون کا مرکز تھا۔ دینی گھرانوں کے رواج کے مطابق آپ نے پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر دوسرے علوم وفنون کی طرف متوجہ ہوئے۔اس سلسلے میں آپ کا قول نقل کیا گیا ہے:

" اختلفت إلى الكتاب ثم اختلفت إلى الديوان وأنا ابن أربع عشرة سنة"[5]

پندرہ برس کی عمر تک نہیں پہنچے تھے کہ آپ نے علم لغت اور تحریر وکتابت میں مہارت حاصل کی۔۱۷۹ ھ میں پندرہ برس کی عمر میں آپ نے اپنے آبائی شہر بغداد میں حصول علم حدیث کی ابتداء کی۔۱۸۶ ھ تک کوئی بیرونی سفر اختیار نہیں کیا اور سات برس تک بغداد میں رہ کر ہی وہاں کے محدثین سے اکتساب فیض کرتے رہے۔ احادیث کے علاوہ مختلف فقہی مسائل کے سلسلے میں صحابہؓ اور تابعین کے فتاوی اور فیصلے یاد کرتے رہے۔ آپ کے بیٹے عبد اللہ بن احمد (متوفی ۲۹۰ھ)نے آپ سے روایت کی ہے:

"طلبت الحديث وأنا ابن ست عشرة سنة وأول سماعي من هشيم سنة تسع وسبعين"[6]

۱۸۶ ھ میں طلب حدیث اور حصول علم کے سلسلے میں دوسرے علاقوں اور شہروں کے سفر کا آغاز کیا۔ کوفہ، بصرہ، مکہ مدینہ ، یمن ، شام اور جزیرہ، صنعائ، واسط کے اسفار کیے۔ اور مشہور ائمہ حدیث عبدالرحمٰن بن مہدی

(متوفی ۱۹۸ھ) یحیٰ بن سعید القطان(متوفی ۱۹۸ھ) اور سفیان بن عیینہ(متوفی ۱۹۸ھ) امام محمد بن ادریس الشافعی(متوفی ۲۰۴ھ) یزید بن ہارون(متوفی ۲۰۶ھ) اور ان جیسے دیگر مشائخ سے علمی پیاس بجھائی۔[7]

امام احمد بن حنبل پختہ عقیدے کے مالک تھے۔آپ نے بھی اظہار حق کے خاطر اپنے دوپیش رو (امام ابوحنیفہ اور امام مالک) کی طرح بہت سختیاں جھیلیں۔خلفائے عباسیہ کے دور کا سب سے بڑا فتنہ اعتزال ہے جو یونان کے علوم وفنون کا لازمی اثر تھا۔یونانی کتب کے دفتر کھلے اور یونانی فلسفے کی کتابیں عربی میں منتقل ہوئیں۔فلسفیانہ خیالات نے صحیح مذہبی عقائد میں خرابی پیدا کرکے فتنہ اعتزال کو جنم دیا۔جس کے نتیجے میں وقت کے عباسی حکمران مامون الرشید (متوفی ۲۱۸ھ)[8] ان کے دام میں آیا۔اور اس نے قاضی یحیٰ بن اکثم(متوفی ۲۵۲ھ) کو منصب قضاء سے معزول کر کے احمد بن داود معتزلی کو قاضی القضاۃ مقرر کیا۔جس کے نتیجے میں ۲۱۲ ھ میں عقیدہ خلق قرآن کا فتنہ شروع ہوا [9] مامون (متوفی ۲۱۸ھ)متشدد اور معتزلی العقیدہ تھا۔اپنی زندگی کے آخری ایام میں معتزلہ کی ایما پر علماء امت کو اس عقیدہ کو قبول کرنے کی غرض سے علماء بغداد کے نام ایک طویل خط لکھا۔اور تمام صوبوں میں شاہی فرمان جاری کیا کہ محدثین سے خلق قرآن کا اقرارلیا جائے۔بغداد کے محدثین نے مخالفت کی تو مامون نے خلق قرآن سے انکار کرنے والے اکابر محدثین کی ایک جماعت کو طرسوس طلب کیا۔ان میں امام احمد بن حنبل بھی تھے۔ان میں سے باقی نے خوف سے یا تو اقرار کر لیا۔یا ”توریہ“ سے کام لیکر خلاصی حاصل کی۔لیکن امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۰ھ) اور محمد بن نوح نے صریح مخالفت کی اور نتیجے کے طور پر جیل میں ڈال دیئے گئے [10] طرسوس سے ان دونوں کو رقہ لایا گیا۔دوران سفر محمد بن نوح کا انتقال ہوا اور یوں اسے قید سے آزادی ملی۔امام احمد نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔[11]اس دوران مامون(متوفی ۲۱۸ھ) کا انتقال ہوا۔اور معتصم باللہ (متوفی۲۲۷ھ)[12]حکمران بنا اس کے زمانہ خلافت میں بھی امام احمد (متوفی ۲۴۰ھ)کو قید خانہ میں سخت اذیتیں دی گئیں اور درے مارے گئے۔مسلسل اٹھارہ مہینے جیل میں رہے۔بیک وقت چالیس سے اوپر کوڑے مارے گئے جس سے بے ہوش ہوتے [13] بالآخر رہا کیے گئے خلیفہ واثق باللہ(متوفی ۲۳۲ھ)[14] کے دور میں پھر اذیتوں کا نشانہ بنے۔اور محدثین پر سختی ہونے لگی۔امام احمد کو درس موقوف کرنا پڑا۔ ۲۳۲ ھ میں متوکل علی اللہ (متوفی۲۴۷ھ)[15] حکمران بنے،جو محدثین اہل السنت کے عقیدے پر تھے۔ ان کے دور میں محدثین کو آزادی ملی۔اس نے امام احمد بن حنبل کی بڑی عزت کی، آپ کو ہدایا پیش کیے لیکن آپ نے قبول نہ کیے۔[16] چنانچہ آپ نے مامون ، معتصم اور واثق باللہ تینوں خلفاء کے ادوار میں قید و ضرب کی مصیبتیں اٹھائیں مگر جوبات حق تھی اور صحابہ کرامؓ سے جو عقیدہ چلا آرہا تھا کہ قرآن اللہ کا کلام اور غیر مخلوق ہے اسی پر قائم رہے۔چنانچہ آپ کے بارے میں کہا گیا:

" إن أحمـــد أدخـــل الكير فخرج ذهبا أحمـــر "[17]

"کہ احمد بھٹی کے اندر گئے ، جلے اور کندھن بن کر نکلے"

مشہور محدث علی بن المدینی(متوفی ۲۳۴ھ)[18] کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کے ذریعے اسلام کو عزت دی ایک ابو بکرؓ کے ذریعے فتنہ ارتداد کے وقت اور دوسرے امام احمد کے ذریعے آزمائش کے وقت ۔[19]

آزمائش کی اس بھٹی سے سر خرو ہو کر نکلنے کے بعد آپ ملت اسلامیہ کے زعیم بنے اور معیار حق قرار پائے۔آپ کو یہاں تک تسلیم کیا گیا کہ آپ اگر کسی عالم کو مقام روایت سے گرا دیتے تو پھر وہ بلند مرتبہ نہ ہو سکتا اور اگر کسی کو بلند مرتبہ قرار دیتے تو وہ گر نہ سکتا۔کسی کے بارے میں اگر فرماتے " بئس" یعنی برا ہے،تو اس کو متروک قرار دیا جاتا یہاں تک کہ اس کی نماز جنازہ میں شرکت بھی گوارا نہ کی جاتی۔اور اگر کسی عالم کے معاملے میں کہتے" نعم" اچھا ہے تو وہ محبوب خلق خدا بن جاتا[20] ربیع الاول ۲۴۰یا ۲۴۱ ھ میں قید و بند اور حبس و ضرب کے پیہم تسلسل کے بعد استقامت وصداقت کے اس سپوت کاانتقال ہوا۔[21]

ماہرین فن کی تحسین اور معاصرین کا اعتراف اگر دنیا میں فضلیت کا کوئی معیارہے اور یقینا ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ اس بنا پر امام احمد بن حنبل کا پایہ نہات بلند ہے۔امام شافعی نے امام احمد بن حنبل کے بارے میں بغداد سے مصر رخصت ہوتے وقت جو مختصر جملہ کہا۔ایک مستند استاد کی جانب سے اپنے لائق شاگرد کیلئے اس سے بڑھ کر خراج تحسین نہیں ہو سکتا۔امام شافعی نے فرمایا: بغداد سے اس حال میں کوچ کر رہا ہوں کہ اپنے پیچھے احمد بن حنبل سے بڑھ کر کوئی فقیہ اور متقی چھوڑ کر نہیں جا رہا[22] علم فقہ اور حدیث کے نامور عالم قتیبہ بن سعید (متوفی۲۴۰ھ)[23] نے فرمایا کہ امام احمد اگر اما م سفیان ثوری(متوفی۱۶۱ھ) ، امام مالک ، امام اوزاعی(متوفی ۱۵۷ھ) اور لیث بن سعد (متوفی ۱۷۵ھ) کا زمانہ پاتے تو ان سے بڑھ کر ہوتے ۔[24] آپ کی عظمت شان کے بارے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اولین اور آخرین کے علم کو جمع کیا ہے۔سعید بن المسیب اور سفیان ثوری کا اپنے اپنے زمانہ میں جو مقام تھا وہی مقام امام احمد کا اپنے زمانے میں تھا ۔[25] آپ کے استاد اور محدثِ عراق عبد الرحمان بن مہدی (متوفی ۱۹۸ھ) کہتے ہیں:

"میں جب احمد بن حنبل کو دیکھتا ہوں تو مجھے سفیان ثوری یاد آتے ہیں"[26]

مختصرا یہ کہ آپ اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور مخلوق خدا پر اللہ تعالی کی حجت تھے، جنہیں تحسین بھرے کلمات سے نوازا گیا، اور یہ تاثر آج تک قائم ہے۔

مذہب حنبلی کے اصول استنباط

امام احمد کی فقہ نہایت سادہ ہے۔ فی الحقیقت وہ اصحاب حدیث کا طریقہ ہے جس میں درایت اور عقل و جدل سے بہت کم کام لیا گیا ہے۔ امام احمد نے فقہ حنفی کی واقفیت امام ابو یوسف(متوفی ۱۸۲ھ)سے حاصل کی ۔امام شافعی سے ان کا طریقہ سیکھا۔ محد ثین سے حدیث کی تکمیل کی۔ بعد ازاں نئی فقہ ترتیب دی جو بعد میں مدون ہو کر مذہب حنبلی کہلائی۔ آپ نے اپنے فقہی اجتہاد اور استنباط کی بنیاد پانچ اصول پر قائم کی۔ جس پر سب سے واضح بحث حافظ ابن القیمؒ نے کی ہے[27]۔ یہ اصول مندرجہ ذیل ہیں۔

اصل اول (نصوص)

شرعی احکام معلوم کرنے کیلئے امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۰ھ) اپنے اصول اجتہاد میں سب سے مقدم جس اصل کو رکھتے ہیں وہ نصوص ہیں۔ خواہ کتاب اللہ کے ہوں یا سنت مطہرہ کے۔ جب کسی امر کے بارے میں انہیں نص مل جاتا ہے تو اسی کے مطابق فتوی دیتے ہیں اور ان کے علاوہ کسی چیز کو نہیں لیتے۔ خواہ کچھ ہو۔ نص کو صحابہؓ کے فتاوی، اقوال ، اور قیاس پر مقدم رکھتے ہیں۔ کتب فقہ حنبلی میں ایسی متعدد مثالیں ملتی ہیں جہاں امام احمد بن حنبلؒ نے نص کے مقابلے میں صحابہ کے فتاوی اور اقوال کو رد کیا ہے۔ وہ عورت جس کو تین طلاقیں دی جا چکی ہوں اس کے لئے نفقہ اور سکنیٰ کے مسئلہ میں حدیث فاطمہ بنت قیس [28] کی موجودگی کی وجہ سے حضرت عمرؓ کے فتوی کو رد کیا ہے۔ اسی طرح اور بھی مثالیں ہیں جن میں آپ نے صحابہؓ کے اقوال کو نص حدیث کی وجہ سے رد کیا ہے[29] حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلم اور غیر مسلم میں وراثت نہیں چلتی اور غیر مسلم کو مسلم کی میراث نہیں ملتی اس طرح مسلمان کو کافر کی میراث نہیں ملتی مگر حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت معاویہؓ کا قول ہے کہ مسلم کو غیر مسلم کی میراث ملنی چاہئے۔ امام احمد بن حنبل نے دونوں صحابہ کے قول و فتوی کو حدیث کی بنیاد پر ترک کیا ہے۔[30] حدیث صحیح پر آپ نہ عمل اہل مدینہ کو مقدم سمجھتے ہیں نہ رائے اور قیاس کو ترجیح دیتے ہیں اور نہ مخالف کی موجودگی کے عدم علم (جس کو اجماع سے تعبیر کیا جاتا ہے) مقدم رکھتے ہیں۔[31]

اصل دوئم (فتویٰ صحابہؓ)

کسی مسئلہ میں جب امام موصوف کو قرآن وسنت سے کوئی نص نہیں ملتی تو فتاوی صحابہؓ کی طرف رجوع کرتے ہیں، ایسی صورت حال میں جب آپ کو صحابہؓ کا کوئی ایسا فتوی مل جاتا ، جس کے خلاف کسی دوسرےؓ صحابیؓ کا فتوی ان کے علم میں نہ ہوتا توصحابہ کے ایسے متفقہ فتویٰ پر اپنی رائے اور مذہب کی بنیاد رکھتے تھے اورایسے(اجماعی) فتوی پر کسی کے عمل ،رائے او رقیاس کو ترجیح نہ دیتے تھے، لیکن غایت احتیاط اور تقویٰ کی وجہ سے ایسے فتوی کو اجماع سے بھی تعبیر نہ کرتے تھے ،صرف یہ کہتے "**لاأعلم شیئا یدفعه**"کہ مجھے اس کے خلاف کوئی قول معلوم نہیں۔[32] امام احمد کو کسی ایک صحابیؓ کا بھی کوئی قول ، فتوی یا عمل مل جاتا تو پھر اس کے خلاف نہ رائے قائم کرتے نہ فتوی دیتے اور نہ عمل کرتے بلکہ اپنی رائے، قول اور عمل سب کی بنیاد قول صحابیؓ پر رکھتے۔[33]

اصل سوئم(قول صحابہؓ)

اگر کسی مسئلہ میں صحابہؓ کے متعدد اقوال یافتاویٰ پائے جاتے تو ان میں ترجیح دےکراس قول کو اختیارکرتے جو آپ کی دانست میں قرآن وسنت سے اقرب ترین ہوتا ، صحابہؓ کے آراء واقوال یکسر نظرانداز کرکے نہ اپنی الگ رائے دیتے ا ور نہ قیاس کی طرف جاتے بلکہ ان کے دائرہ اقوال وآراء میں رہتے ہوئے قرآن وحدیث سے قریب تر قول کا انتخاب کرتے۔اگرحضرات صحابہ کرام کے اقوال وفتاوی میں سے کسی کا قرآن وسنت سے اقرب ہونا ثابت نہ ہوتا۔تو پھر تمام اقوال کو ذکر کرتے اور کسی ایک قول کو اختیار نہ کرتے بلکہ توقف اختیار کرتے اور اس بات کو نامناسب سمجھتے کہ صحابیؓ کے قول اورفتوی کے مقابلہ میں اپنی رائے کو ترجیح دیں[34].

اصل چہارم (حدیث مرسل اور حدیث ضعیف سے استنباط)

مذہب حنبلی میں استنباط کا چوتھا اصول یہ ہے کہ امام احمد کسی پیش آمدہ مسئلہ میں حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو بھی قبول کر لیتے تھے ، بشرطیکہ کوئی دلیل اس کے خلاف موجود نہ ہو ، حدیث مرسل اور حدیث ضعیف مل جانے کی صورت میں قیاس کو اختیار نہیں کرتے تھے، لیکن یہ بات قابل لحاظ ہے کہ حدیث ضعیف سے یہاں مراد باطل اور منکر حدیث نہیں جس کی سند میں کوئی متہم راوی ہو اور جو قابل حجت نہ ہوسکتی ہو، بلکہ حدیث ضعیف آپ کے نزدیک حدیث صحیح اور حسن کی ایک قسم ہے ، آپ حدیث کی تقسیم صحیح ، حسن اور ضعیف کی طرف نہیں کرتے، بلکہ حدیث حسن کو تقسیم کرتے ہیں، صحیح اور ضعیف کی طرف اور ضعیف حدیث کے آپ کے ہاں کئی مراتب ہیں۔جب حدیث ضعیف کے خلاف کوئی اثر یا صحابیؓ کا قول یا اجماع نہ ہو تو امام احمد کے ہاں ایسی

حدیث قیاس پر مقدم ہے۔[35] دوسرے ائمہ مجتہدین مثلاً امام ابوحنیفہ کا بھی اس اصل کے بارے میں طرز عمل یہ ہے کہ حدیث ضعیف کو قیاس پر مقدم قرار دیتے ہیں۔[36]

اصل پنجم

مذہب حنبلی میں استنباط کا پانچواں اصول یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں پہلے چاراصولوں میں سے کسی اصول سے راہنمائی نہ ملے، نہ کتاب وسنت میں کوئی نص دستیاب ہو ، نہ کسی صحابیؓ کا قول یا فتوی میسر ہوحتیٰ کہ کوئی مرسل یاضعیف حدیث بھی امام احمد کونہ ملتی توایسی شدید ضرورت میں مجبوراً قیاس سے کام لیتے، آپ کی امکانی کوشش ہوتی کہ قرآن ،حدیث اور اقوال صحابہؓ تک اپنے آپ کو محدود رکھیں۔[37]

امام موصوف بسا اوقات فتوی کے سلسلے میں توقف اختیار کرتے اور یہ اس وقت ہوتا جب مسئلہ زیر بحث میں آپ کے ہاں ادلہ کا تعارض ہوتا ، یاصحابہؓ کا اختلاف ہوتا اور قرآن وسنت کی روشنی میں راجح قول کا علم نہ ہوتا ، یا صحابہؓ وتابعین میں سے کسی کا کوئی اثر یافتوی دستیاب ہوتا۔آپ کسی ایسے مسئلہ میں فتوی کو سخت ناپسند سمجھتے اور سختی سے منع کرتے جس میں سلف کا کوئی اثر منقول نہ ہوتا ، اپنے تلامذہ کو فرماتے کہ ایسے مسئلہ میں گفتگو کرنے سے بچو جس میں کسی امام (یعنی سلف) کا کوئی قول منقول نہ ہو۔فقہاء حدیث اور اصحاب مالک کے فتاوی پر اعتماد کی آپ کے ہاں گنجائش ہوتی اور ان لوگوں کے فتاوی سے منع کرتے ، جو افتاء میں حدیث سے اعراض کرتے اوراپنے مذہب کی بنیاد حدیث پر قائم نہ کرتے۔[38]

حافظ ابن القیم نے جومذہب حنبلی کے نمایاں ترجمان ہیں، صرف پانچ فقہی مصادر کوذکر کیا ہے جن پر امام احمد بن حنبل نے اپنے فقہی اجتہاد کی بنیادرکھی اور ان کے علاوہ جو مصادر فقہ ہیں ان کے بارے میں انہوں نے وضاحت نہیں کی کہ امام موصوف نے انہیں کلی طور پر مسترد کیا ہے یاجزوی طور پر ان سے استفادہ کیاہے یہاں‌تک اجماع کوبھی امام احمد بن حنبل کے اصول اجتہاد اور فقہی مصادر میں شمار نہیں کیاحالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ قرآن وسنت اور قیاس کے علاوہ اجماع کوبھی جمہور فقہاء نے متفق علیہا مصادر میں شمار کیاہے۔" اجماع کے بارے میں امام احمد بن حنبل کے استاد امام شافعی کا جو موقف ہے اورانہوں نے جو روش اختیار کی ، کم و بیش اسی راستے پر امام احمد بن حنبل بھی گامزن نظر آتے ہیں۔ان کے طریقہ کار اور نقطہ نظر کواگر مختصر ترین الفاظ میں بیان جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے نزدیک اجماع حجت ہے لیکن اگر کوئی شخص اس کا دعوی کرے ، کہ وہ اس کے بل بوتے پر نصوص صریحہ کو چھوڑ دے گا تو اس کا یہ دعوی قبول نہیں کیاجائے

گا۔ یہ دونوں اس قیاس بات پر متفق ہیں کہ جن مسائل کا کوئی اختلافی پہلو سامنے نہ ہو ان کے بارے میں اجماع کا دعوی کرنے کی بجائے یہ کہہ دینا کافی ہے کہ اس مسلک کے خلاف کوئی بات ہمارے علم میں نہیں ہے۔ہاں اگر کسی صاحب علم کا ایسے مسائل سے سابقہ پڑے جو قرون اولی سے لے کر اس کے زمانے تک مسلمہ چلے آرہے ہیں، اور کوئی اختلافی قول منقول نہیں لیکن اس کے مخالف کوئی حدیث بھی موجود نہیں تو ایسی حالت میں وہی قابل قبول ہے ۔سب کے خلاف کوئی انوکھا فتوی نہیں دینا چاہیئے مگر اس کے مخالف کوئی حدیث مل جانے کی صورت میں اس کو فوراً ترک کردینا ضروری ہے۔اب اس معاملے میں دو امور قابل توجہ ہیں:

1. یہ کہ امام احمد علمی مسائل میں وجود اجماع کی مطلقاً نفی نہیں کرتے بلکہ ان دعاوی کو رد کرتے ہیں جو ہم عصر علماء ایک دوسرے کے خلاف کرتے ہیں جب مناظر اجماع کا نام لے کر حدیث صحیح کو رد کردینا چاہتاہو۔

2. یہ کہ امام احمد یہ بات مانتے تھے کہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن کے بارے میں کسی اختلاف کا علم نہیں اور یہ کہ ایسے مسائل قبول کر لیے جائیں گے اگر کوئی حدیث ان کی جگہ نہ پائی جائے۔لیکن ان کے بارے میں اجماع کامل کا دعوی نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ کسی مخالف قول کا علم نہیں یہ بات تقاضائے تقوی وورع کے علاوہ حق اورامر واقعی بھی ہے ، جب یہ بات ہے کہ امام احمد اجماع کے وجود کے سرے سے مخالف نہیں تھے اور مسائل جزئیہ میں دعوی اجماع کی اس صورت میں نفی کرتے تھے، جب وہ دلیل کے مقابلہ میں استعمال ہوتا تھا لہٰذا یہ انکار عقلی طور پر اس کے وجود کا انکار نہیں تھاجیسا کہ معتزلہ اور اہل تشیع کا خیال ہے۔امام احمد کو اجماع کے وجود سے انکار نہ تھا البتہ اس کے علم سے انکار تھا"[39].

اگرچہ ابن القیم کے کلام سے مذہب حنبلی کے پانچ اصول معلوم ہوتے ہیں، لیکن کتب فقہ حنبلی سے معلوم ہوتا ہے کہ کیفیت استدلال میں اختلاف کے باوجود ،سد الذرائع، مصالح مرسلہ اوراستصحاب بھی استعمال ہوتے ہیں۔[40]

مذہب حنبلی کے ناشرین اور امام احمدؒ کے مشہور تلامذہ

امام احمد بن حنبل نے اپنی زندگی میں اپنی فقہ مرتب نہیں کی ، کیونکہ وہ حدیث کے علاوہ دوسری موضوعات پر تصنیف وتالیف کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے تاکہ لوگ علم الحدیث کو چھوڑ کر فقہ میں مشغول نہ ہوں۔حافظ ابن القیم فرماتے ہیں: امام احمد نے فقہ میں کوئی کتاب اس لیے مرتب ومدون نہیں کی کہ وہ حدیث کے علاوہ کسی اورموضوع پر تصنیف کتب کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔انہوں نے تصنیف وتالیف کے

لئے صرف حدیث کو اپنا موضوع بنایا ، فقہ کے میدان میں انہوں نے جو خدمت کی، اللہ تعالی نے اسے قبول فرمایا ، انہیں ان کی حسن نیت کا ثمرہ ملا کہ یوں جو کام انہوں نے خود نہیں کیا تھا اسے ان کے نامور، لائق اور محنتی تلامذہ نے سر انجام دیا۔[41]

چنانچہ آپ کے وہ تلامذہ جنہوں نے مذہب حنبلی کی نشر واشاعت اور جمع وتدوین کا فریضہ سر انجام دیا ان میں سے چند مشہور یہ ہیں:

1. صالح بن احمد بن حنبل

یہ امام موصوف کے بڑے صاحبزادے تھے۔اپنے والد سے حدیث وفقہ کی تحصیل کی، قضاء کے عہدے پر فائز رہے، اور اپنے والد سے فقہ کی روایت کی۔ ۲۲۶ھ میں انتقال ہوا۔

2. عبد اللہ بن احمد بن حنبل

انہیں پوری زندگی حدیث کا اہتمام رہا، مسند الامام احمد کی روایت کی اور مسند کے تبویب اور نشرو اشاعت کا فریضہ سر انجام دیا۔۲۹۰ھ میں انتقال ہوا۔[42]

3. احمد بن محمد بن ہانی ابو بکر الاثرم الخراسانی البغدادی(متوفی۲۷۳ھ)

آپ نے امام احمد بن حنبلؒ سے مسائل فقہ اور احادیث کی کثرت سے روایت کی۔ آپ چوٹی کے حفاظ فقہاء میں سے ایک تھے، آپ کی ایک کتاب بھی "**کتاب السنن فی الفقه علی مذهب أحمدو شواهده مــن الحديث**" کے نام سے ذکر کی جاتی ہے۔اس کتاب میں مؤلف نے مسائل فقہیہ میں شواہد حدیث کا التزام کیاہے۔

4. احمد بن محمد بن الحجاج (ابو بکر المروزی) (متوفی ۲۷۵ھ)

امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۰ھ)کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے، فقہ وحدیث کے امام ، او رکثیر التصانیف شخصیت تھے[43]۔یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ان مذکورہ حضرات نے اگرچہ فقہ حنبلی کی نشرو اشاعت کا فریضہ سرانجام دیا لیکن انہوں نے مذہب حنبلی کی تدوین میں خاطر خواہ حصہ نہیں لیا، تدوین کا فریضہ جن حضرات نے سرانجام دیا ،ان میں سے چند مشہور یہ ہیں:

1. **ابو بکر احمد بن محمد الخلال** (متوفی ۳۱۱ھ): انہوں نے "الجامع " کے نام سے کتاب تصنیف کی[44].

2. ابو القاسم عمر بن ابی الحسین الخرقی البغدادی (متوفی ۳۲۴ھ): یہ مذہب حنبلی کے چوٹی کے علماء میں تھے۔ فقہ حنبلی میں متعدد کتب کے مولف تھے، جن میں مشہور "مختصر الخرقی " ہے[45] یہ کتاب فقہ حنبلی کی ابتدائی کتب میں شمار کی جاتی ہے۔ مذہب حنبلی میں جتنی خدمت اس کتاب کی ہوئی ہے کسی دوسری کتاب کی نہیں کی گئی۔

3. موفق الدین ابن قدامہ (متوفی۶۰۲ھ): انہوں نے فقہ حنبلی کی معتبر کتاب المغنی لکھی۔اس طرح ان مشاہیر میں سے جنہوں نے مذہب حنبلی کی خوب نشرو اشاعت کی ، تقی الدین احمد بن تیمیہ(متوفی ۷۲۸ھ) اور آپ کے شاگرد محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم الجوزی بھی ہیں۔اول الذکر کے مشہور فتاویٰ "مجموع فتاوی ابن تیمیہ " منہاج السنۃ" او رموخر الذکر کی کتاب " اعلام الموقعین " فقہی ادب میں گراں قدر اضافہ ہیں ، ان دوحضرات کے ذریعے آٹھویں صدی ہجری میں فقہ حنبلی کی تجدید ہوئی جبکہ بارہویں صدی ہجری میں محمد بن عبد الوہاب النجدی[46] نے حنبلی مذہب کی ترویج واشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔

فقہ حنبلی کی خصوصیات

پروفیسر ابوزہرہ فقہ حنبلی کی نمایاں اورامتیازی خصوصیات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دیگر فقہی مسالک کی طرح فقہ حنبلی بھی زندہ اور مضبوط دلائل پر مشتمل مسلک ہے،اوراس فقہ کے بانی امام احمد بن حنبلؒ ایک عظیم المرتبت فقہی بصیرت اورانتہائی قدرومنزلت کے حامل فقیہ تھے"۔[47]

اس اہمیت کی بناء پر فقہ حنبلی کی چند نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

1. فقہ حنبلی کو اگر فقہ اثری کہاجائے توزیادہ صحیح ہوگا اس فقہ میں سب سے زیادہ اہمیت صحابہ کرام کے آثاروآراء کودی گئی ہے اور اگر کسی مسئلہ کے بارے میں صحابہ کی دوآراء ہوں توان میں سے کوئی بھی رائے اختیار کی جاسکتی ہے۔اس لئے کہ وہ اپنے آپ کواس کا حق نہیں دیتے تھے کہ کسی مسئلہ میں صحابہ کرام کے اختلاف رائے کی صورت میں ایک کودوسرے پر ترجیح دیں،کیونکہ ایک کی ترجیح دوسرے کے نقص کی متقاضی ہے اوروہ اپنے آپ بغیر کسی نص کے یہ رتبہ نہیں دیتے تھے اورنہ ہی وہ یہ رتبہ کسی اورکودینے کے لئے

تیارتھے۔حقیقت یہ ہے طریق سلف اورآثارصحابہ کی پیروی میں وہ بہت زیادہ سخت تھے ان کے اجتہادی مسائل صحابہ کرام کے مسلک پر مبنی ہوتے ہیں اگر صراحتہً اس کاذکرنہ بھی کریں۔

2. امام احمد بن حنبل کی فقہی بصیرت اورقدرومنزلت کے بارے میں عبدالوہاب وراق فرماتے ہیں:

> "میں نے امام احمد بن حنبل کے مثل کسی اور شخص کو نہیں دیکھا،لوگوں نے پوچھاکہ وہ کون سی چیزہے جس کی بناپر آپ امام احمد کے فضل وکمال کایوں اعتراف کرتے ہیں،جواب دیا:وہ ایسا شخص ہے جس سے ستر ہزار فقہی مسائل دریافت کیے گئے،توانہوں نے حدثنااوراخبرناکہ کریعنی احادیث واخبار کی روشنی میں جواب دیا"[48]

3. دین کے معاملات میں بدعت سے دوررہنافقہ امام احمد بن حنبل کاایک امتیازی پہلوہے اس وجہ سے امام احمد نے کبھی کوئی ایسافتویٰ نہیں دیاجونفس الامری نہ ہویعنی جوبات حقیقتاًواقع نہ ہوئی اس کے بارے میں وہ کوئی فتویٰ نہیں دیتے تھے، صرف ضرورت ہی کے وقت وہ فتویٰ دینے کے قائل تھے اورایسے معاملات جودرحقیقت واقع نہ ہوئے ہوں اورفرضی سوالات ہوں،ان کے بارے میں فتویٰ دیناغیرضروری سمجھتے تھے اوریہی وجہ ہے کہ فقہ حنبلی میں فرضی مسائل نہیں ملتے، جس طرح فقہ حنفی اورشافعی میں پائے جاتے ہیں۔

4. فقہ حنبلی جیساکہ اوپربیان کیاگیاکہ فرضی مسائل سے کوسوں دورہے اس لئے اس فقہ کااجتہاداحادیث نبوی اورآثارصحابہ پر مبنی ہے لہذاخلاف واقعہ مسائل پرفتویٰ تلاش کرنافضول اوربیکارہے۔تاہم جب اس فقہ کے قواعدمستنبط ہوئے اور فروع پھیلے توفرض وتقدیرکے بغیرکوئی چارہ نہ رہا۔کیونکہ تفریع مسائل اورتفقہ اس کے بغیرپایہ تکمیل کونہیں پہنچ سکتے،چنانچہ فرض وتقدیرکے مسلک پرفقہ حنبلی کے فقہاء کوبھی چلناپڑا۔

دنیامیں حنبلی مسلک کافروغ

حنبلی مسلک کے پیروکارچوتھی صدی ہجری میں بصرہ ،موصل،بحرکیپسین کے جنوبی ساحل،آذربائیجان ،آرمینیااور خوزستان کے شہروں میں موجودتھے۔حنبلی مسلک کی اشاعت متعددشہروں میں خواہ کتنی ہی تعدادمیں ہوئی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس مسلک کے مقلدوں کی تعدادہرزمانہ میں کم رہی ہے۔البتہ اس مسلک کی تجدیدونشاۃ ثانیہ پہلی دفعہ علامہ ابن تیمیہؒاوران کے نامورشاگردعلامہ ابن قیم وغیرہ کے ذریعہ ہوئی۔اس کے بعدبارہویں صدی ہجری میں نجد کے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنی اصلاحی تحریک کے ذریعہ حنبلی مسلک کی تجدیداوراشاعت

میں نمایاں کردارادا کیا۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب کو سعودی حکومت کے بانی ملک عبدالعزیز آل سعود کی پشت پناہی اور تائید حاصل ہوئی اوران کے عہد حکومت میں اس مسلک کو کافی فروغ حاصل ہوا۔

حنبلی مسلک کی تاریخ میں اس سے پہلے کبھی بھی سرکاری سرپرستی حاصل نہیں رہی البتہ موجودہ دور میں اس مسلک کو سعودی حکومت کی سرکاری سرپرستی حاصل ہے اور مملکت عربیہ سعودیہ کا سرکاری مسلک بھی حنبلی ہی ہے۔ جس کی وجہ سے اس فقہی مسلک کی نمایاں ترویج ہورہی ہے[49].

حواشی ومراجع

[1] الذہبی، شمس الدین احمد بن محمد، تذکرہ الحفاظ، داراحیاء التراث العربی، ۲/۴۳۱

[2] الاصفہانی، ابونعیم احمد بن عبد اللہ، الحافظ، حلیۃ الأولیائ، بیروت لبنان، دارالکتاب العربی ۳/۶

[3] خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ۴/۴۱۵

[4] ابن الجزری، المصعد الامام احمد فی ختم مسند أحمد، ص ۴۱

[5] الذھبی، سیر أعلام البنلائ، ۱۱/۱۸۵

[6] الاصفہانی، حلیۃ الاولیائ، ۹/۱۶۲۔ یہی الفاظ امام احمد بن حنبل کے دوسرے بیٹے صالح سے منقول ہیں۔ دیکھئے: خطیب بغدادی تاریخ بغداد ۴/۴۱۶

[7] الذھبی، شمس الدین، محمد بن احمد بن عثمان، تاریخ الاسلام وفیات مشاھیر الأعلام۔ تحقیق، عمر عبد السلام تدمری، ۶/۸

[8] مامون الرشید: عباسی خلیفہ ہارون الرشید کا بیٹا اور امین کا بھائی تھا۔ اپنے بھائی امین کی موت کے بعد ۱۹۷ھ ہجری میں منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ ۲۱۷ھ تک خلافت کی ذمہ داریاں نبھائیں۔ ۲۱۸ھ میں ۴۸ سال کی عمر میں قسطنطنیہ کی فتح کے مہم کے دوران طوس میں انتقال ہوا۔ دیکھئے: علی ابراہیم حسن، الدکتور، التاریخ الإسلامی العام، ص ۳۹۷۔۴۱۱

[9] معتزلہ کا یہ عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے، جب اللہ نے چاہا نبی کی زبان پر پیدا کیا۔ اسکے بالمقابل محدثین وعلمائے اہل سنت کا عقیدہ یہ تھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور قدیم غیر مخلوق ہے۔

[10] الذھبی، سیر اعلام النبلاء، ۱۱۰/۲۳۸

[11] سیر اعلام النبلاء، ۱۱/۲۴۲

[12] معتصم باللہ: آپ کا پورا نام محمد بن ہارون الرشید بن المہدی ابن المنصور اور ابو اسحاق کنیت تھی۔ خلافت عباسیہ کے عظیم خلیفہ تھے۔ ۱۹ رجب، ۲۱۸ھ میں اپنے بھائی خلیفہ مامون الرشید کے وفات کے بعد منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ اور ربیع الاول ۲۲۷ھ تک ۹ سال خلافت کر کے انتقال کر گئے۔ الزرکلی، الأعلام، ۷/۱۲۷

[13] الذھبی: سیر اعلام النبلائ، ۱۱/۲۴۳۔۲۵۳۔۲۶۰

14- واثق باللہ: آپ کا پورا نام ہارون بن محمد المعتصم باللہ بن ہارون الرشید العباسی اور ابو جعفر کنیت تھی خلافت عباسیہ کے آٹھویں خلیفہ تھے۔ ۲۰۰ھ بغداد میں پیدا ہوئے اور اپنے باپ کے وفات کے بعد ۲۲۷ھ میں منصب خلافت پر فائز ہو کر ۲۳۲ھ تک خلافت کی۔

15- متوکل علی اللہ: دسویں عباسی خلیفہ تھے، واثق باللہ کے انتقال کے بعد ۲۳۲ھ سے ۲۴۷ھ تک خلافت کی ذمہ داریاں نبھائیں۔ دیکھئے: علی ابراہیم حسن، الدکتور، التاریخ الإسلامی العام، ص ۴۲۱۔۴۲۴

16- الذھبی: سیر اعلام النبلائ، ۱۱/ ۲۶۵ھ ومابعد، ص ۲۷۰

17- الاصفہانی: حلیہ الاولیائ، ۹/ ۱۷۰

18- علی بن المدینی: آپ کا پورا نام ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن جعفر السعدی اور ابن المدینی کے نام سے مشہور تھے۔ اصلاً تعلق مدینہ سے تھا اور ۱۶۱ھ بصرہ میں پیدا ہوئے۔ محدث، حافظ، اُصولی اور کئی علوم کے ماہر تھے۔ امام بخاریؒ اور امام ابو داؤد کے استاد تھے اور ۲۳۴ھ میں انتقال ہوا۔ دیکھئے: ابن السبکی: طبقات الشافعیہ، ا/ ۲۶۶

19- خطیب بغدادی: تاریخ بغداد، ۴/ ۴۱۷

20- السائیس، تاریخ الفقہ الاسلامی، ص ۱۲۳

21- البخاری، تاریخ الکبیر، بیروت دار لکتب، ۲/ ۵ نمبر ۱۵۰۵

22- الاصفہانی، حلیۃ الأولیائ، ۹/ ۱۶۸

23- قتیبہ بن سعید: آپ کا پورا نام ابو رجاء قتیبہ بن سعید بن جمیل الثقفی البغلانی ہے۔ ولاء کے اعتبار سے آپ ثقفی ہے۔ بلخ کے بستی بغلان میں ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ عراق میں سکونت پذیر رہے۔ اکابر محدثین میں سے تھے۔ امام بخاریؒ نے آپ سے ۳۰۸، احادیث اور امام مسلم نے ۶۶۸، احادیث روایت کی ہیں۔ ۲۴۰ھ میں انتقال ہوا۔ ابن حجر: تہذیب التہذیب، ۸/ ۳۵۸

24- الاصفہانی، حلیۃ الاولیائ، ۹/ ۱۶۸

25- الذھبی، سیر اعلام النبلائ، ۱۱/ ۱۸۸

26- ابن عساکر: تاریخ دمشق: ۷/ ۲۳۳

27- دمشقی، عبد القادر بن بدران: المدخل الی مذہب الامام احمد بن حنبل ص ۱۱۳ ومابعد

28- امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الطلاق باب المطلقۃ ثلاثا لا نفقۃ لھا: ابی اسحاق کے طریق سے اسکی تخریج کی ہے عن ابی اسحاق قال کنت مع الاسود بن یزید جالسا فی المسجد الاعظم ومعنا الشعبی فحدث الشعبی بحدیث فاطمۃ بنت قیس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یجعل لھا سکنی ولا نفقۃ ثم اخذ الأسود کفا من حصی۔ فحصبہ بہ فقال: ویلک تحدثین بمثل ھذا؟: لا نترک کتاب ربنا ولا سنۃ نبینا لقول امرأۃ لا ندری لعلھا حفظت او نسیت لھا السکنی والنفقہ قال اللہ عزوجل (لا تخرجوھن من بیوتھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ) صحیح مسلم: کتاب الطلاق، باب المطلقۃ ثلاثا لا نفقۃ لھا نمبر ۱۴۸۹

29- چند ایک مثالوں کے لئے دیکھئے: ابن بدران: المدخل الی مذہب الامام احمد بن حنبل ص ۱۱۳، ۱۱۴

30- ابن القیم، أعلام الموقعین، ا/ ۲۳

31- ابن بدران: المدخل إلی المذہب الإمام احمد بن حنبل، ص ۱۱۴

32- السائیس، تاریخ الفقہ الإسلامی، ص ۱۲۴

33- مدکور، محمد سلام، مناہج الاجتہاد ص ۲۸۳

34- ابن القیم: اعلام الموقعین ا/ ۲۴ السائیس، تاریخ الفقہ الإسلامی، ص ۱۲۴۔ ۱۵۰

35- السائیس، تاریخ الفقہ الإسلامی، ص ۱۲۴۔ ۱۵۰

36- دکتور، عبدالوہاب، زاہد، فقہ الأئمہ الأربعۃ، ص ۲۰۴

37- ابن القیم، اعلام الموقعین ا/ ۳۱

38- ابن بدران: المدخل الی مذہب الامام احمد بن حنبل، ص ۱۱۹

39- صدیقی، محمد میاں: ڈاکٹر: فقہ شافعی وفقہ حنبلی (اسلام آباد، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی شریعہ اکیڈمی) ص ۲۸، ۲۷

40- حسین حامد حسان، دکتور: المدخل لدراسۃ الفقہ الإسلامی ۲۱۱

41- ابن القیم، اعلام الموقعین، ا/ ۲۲

42- محمد یوسف موسی، المدخل لدراسۃ الفقہ الإسلامی، ص ۱۶۹

43- ابن العماد، شذرات الذہب، ۲/ ۱۶۶

44- العروسی، الفقہ الإسلامی فی میزان التاریخ، ص ۲۰۳

45- ابن خلکان، وفیات الأعیان، ا/ ۴۰

46- محمد بن عبدالوہاب: آپ کا پورانام محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان التمیمی النجدی ہے۔ ۱۱۱۵ھ میں نجد کے علاقہ "العینیہ" میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں پر پرورش پائی۔ حجاز گئے، مدینہ منورہ کے اہل علم سے استفادہ کیا۔ پھر شام اور بصرہ گئے اود نجد لوٹ آئے اور حریملاء میں مقیم ہوئے۔ پھر عینیہ منتقل ہوئے۔ اور سلف صالحین کے منہاج، توحید خالص، ترک بدعت کے نام پر دینی اصلاحی انقلاب کی آواز بلند کی۔ سعودی حکومت کے بانی محمد بن سعود نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا، جس کے نتیجے میں آپ کی دعوت پھیلی: مجلۃ المجمع العلمی العربی ۱۶/ ۲۶۹۔ محمد یوسف موسی، المدخل لدراسۃ الفقہ الإسلامی ص ۱۷۰

47- محمد ابوزہرہ، امام احمد بن حنبل، ص ۱۰۱ تا ۱۰۸، ملک سنز کارخانہ بازار، فیصل آباد، ۱۹۸۶ء

48- عبدالحئ الکھنوی، الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیۃ، ص ۱۵

49- علامہ احمد تیمور پاشا، اسلامی دنیامیں فقہی مذاہب اربعہ کا فروغ، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، ص ۱۱۸، ۱۱۷۔